ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

# جدید غزل کے فروغ میں بیدلؔ حیدری کا کردار

# Baidel Haidari's role in the development of modern Ghazal

**نوید عالم**

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

**پروفیسر ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی**

شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

**Abstract:**

*Bidal Haidari is a modern ghazal poet. He made the ghazal compatible with the modern times on the intellectual and semantic level and illuminated the new possibilities of the ghazal on the thematic and stylistic level. His ghazal is full of beauty of ghazal despite being in tune with modern contemporary requirements. They establish their own distinct identity while remaining attached to the tradition. There are also good examples in Bidel regarding rare ideas. Since his poetry is rooted in his land and traditions, his symbols are also closer to cultural and social traditions. The tree in the courtyard, the look of amulets, the path of the foreigner, etc. have been a part of our social life. Bidel presents these themes in a new way with his brilliant imagination.*

**Keywords:** Bidal Haidari, ntellectual, lluminated, possibilities, requirements, social traditions

بیدلؔ حیدری جدید اُردو غزل کا ایک معتبر حوالہ ہیں۔ بڑے بڑے ادبی مراکز سے دور ایک چھوٹے سے قصبہ میں بیٹھ کر انھوں نے جدید غزل کی فکری اور لسانی بُنت میں اہم کردار ادا کیا۔ بیدل حیدری کی شعری ریاضت کا سفر نصف صدی سے کچھ اوپر کا ہے۔ اس دوران نہ صرف زمانے نے بلکہ شعر و ادب نے بھی بے شمار تبدیلیاں دیکھیں۔ اردو غزل پر کئی عروج و زوال آئے۔ نظم جدید کے فروغ سے غزل کو عہد جدید کا ساتھ دینے سے قاصر سمجھا گیا۔ کسی نے غزل کو نیم وحشی صنف قرار دیا تو کسی نے عہد غزل کے اختتام کا اعلان کیا لیکن اردو غزل کی خوش بختی رہی ہے کہ اسے ہر دور میں ایسے نابغہ شاعر میسر رہے جنھوں نے نہ صرف غزل کی آبرو رکھی بلکہ اس کے وقار میں اضافہ کیا۔ انہیں شعرا میں ایک اہم نام بیدلؔ حیدری کا ہے۔ انہوں نے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں سے اردو غزل کو نئے فکری اور اسلوبیاتی امکانات سے روشناس کروایا۔ نوید کیانی لکھتے ہیں:

> ”اردو غزل کی اس نئی معنویت کو اجاگر کرنے میں جو نام اپنا دائمی جواز رکھتے ہیں ان میں فیض احمد فیض، ظہیر کاشمیری اور بیدلؔ حیدری سب سے نمایاں ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بیدلؔ حیدری نے اردو غزل کی حقیقی جمہوریت کو بحال کیا ہے اور اسے فرسودہ مارشلائی طرز احساس سے نجات دلائی ہے۔“[۱]

بیدلؔ حیدری فکری طور پر ترقی پسندانہ خیالات کے حامل تھے لیکن انھوں نے اپنے خیالات کو شعری لوازمات پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ اکثر ترقی پسند شعراء نے شاعری کو اعلان بنا دیا۔ مصرعے نعرے بازی نظر آتے ہیں لیکن بیدلؔ نے شعری رمزیت اور حُسن تغزل کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ بیدلؔ اپنی خود نوشت میں رقم طراز ہیں:

> ”میں داخلی، خارجی اور مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کو تیج جا کر کے اور کبھی الگ الگ پیکر بناتا ہوں اور ایسی شاعری سے گریز کرتا ہوں جس پر اخباری خبروں کا گمان ہو۔“[۲]

بیدلؔ کے ہاں رومانوی اور انقلابی شاعری کی آمیخت ہے۔ ان کی شاعری پر کسی ایک رنگ یا فکر کی چھاپ نہیں لگائی جا سکتی۔ بیدلؔ کی شاعری رنگ برنگ پھولوں کا گلدستہ ہے۔ اس کے شعری موضوعات میں اس قدر تنوع ہے کہ درونِ ذات کی خواہشات و کسک سے لے کر دنیا بھر کے مسائل کو شاعری کا موضوع بنایا۔ عالمی حالات اور انسانی نفسیات کا گہرا ادراک تھا اس لیے ان کے ذاتی تجربات و مشاہدات میں بھی آفاقیت پائی جاتی ہے۔ انہوں نے سدا بہار، زندہ رہنے والے اور توانا جذبات و احساسات کو شاعری میں پیش کیا اور مجہول جذباتیت سے اپنے کلام کو پاک رکھا۔ مقصود حسینی لکھتے ہیں:

"بیدلؔ نے نہ صرف لفظوں کی ترتیب اور معنوی تفہیم میں انقلابی تبدیلیاں کی ہیں بلکہ غزل کو نئے فکری رجحانات کو سمونے کا سلیقہ دیا ہے۔ اس کی غزل کے عقب میں ایک زمانہ خراماں خراماں چلا آتا دکھائی دیتا ہے۔ یوں لگتا ہے اس نے زمانے کو غزل کے پیچھے چلنے کی عادت ڈال دی ہو۔"۳

بیدلؔ کی غزل کا بنیادی وصف جدت ہے۔ ایک زمانے تک اردو غزل کو عشق و عاشقی اور گل و بلبل کے فرضی اور تخیلاتی قصوں سے تعبیر کیا جاتا رہا۔ حقیقت کی بات بھی مجاز کے استعارات اور علامات کے ذریعے کی جاتی۔ غزل کی تنگ دامنی کا گلہ غالبؔ، حالیؔ، آزادؔ، اقبالؔ سبھی نے کیا۔ مگر عہد جدید کے بعض شعراء نے غزل کو جدید زمانے سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اسے نئے فکری امکانات سے ہمکنار کیا اور غزل کو موضوعاتی سطح پر اس قدر وسعت دی کہ آج غزل زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنے اندر سمو لینے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اس حوالے سے بیدلؔ حیدری نے اردو غزل کو جدید خطوط پر استوار کرنے کے لیے فکری اور فنی دونوں سطح پر بھرپور فنکارانہ صلاحیتوں کو برتا۔ قمر رضا شہزاد لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیدلؔ حیدری ایک باکمال شاعر تھا۔ اس کا شعری سسٹم وقت کی نزاکت اور ضرورت کو سمجھتا تھا...جدید غزل کے تمام خوبصورت رنگ اس کی شاعری میں شامل ہیں۔ بیدل حیدری نے اپنی زندگی کے آخری پندرہ، بیس سال میں جو غزلیں کہی ہیں وہ اسے جدید غزل میں ایک معتبر مقام عطا کرنے کے لیے کافی ہیں۔"۴

جدید معاشرے کی بنیاد ہی تشدد پر ہے۔ عالمی سطح پر جنگیں، طاقت کے بل پر کمزور کو دبانے کا رجحان، اسلحے کی بے بہا پیداوار اور اس کا وحشیانہ استعمال، عسکری نفسیات کے ہاتھوں توسیعی جارحیت آج بھی جاری ہے۔ تمام تر صلاحیتیں عالم انسانیت کو برباد کرنے کے لیے بروئے کار لائی جا رہی ہیں۔ ہر سال جنگوں پر کھربوں ڈالر خرچ ہو رہے ہیں۔ لاکھوں لوگوں کو ہر سال بے گھری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تشدد کے اس رجحان نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا یہاں تک کہ مذہب بھی اس کا شکار ہوا۔ جس کے نتیجے میں اجتماعی طور پر معاشرے میں اور انفرادی طور پر فرد کے اندر ذات سے فرار اور معاشرتی بے یقینی کی کیفیت پیدا ہوئی۔

ے یہ شہر آج بھی خالی نہیں درندوں سے
یہ اور بات یہاں کل بھی ایک جنگل تھا۵

بیدلؔ عہد جدید کے انسان کی نفسیات اور اس کے مسائل سے غافل نہیں ہے۔ جدید معاشرے نے زندگی کی حقیقی روح کو مصلوب کر کے اسے مشینی انداز میں ڈھال دیا ہے۔ انسان ایک روبوٹ کی طرح سماجی ذمہ داریاں ادا کرنے میں مگن ہے۔ روح کی تازگی کا احساس جدید معاشرتی زندگی سے مفقود ہو چکا ہے۔ بیدلؔ بڑی چابکدستی سے اس صورتِ حال کی عکاسی کرتے ہیں۔

ے رتجگے جب شام سے پہلے ہی در آنے لگے
لوگ دن میں خواب آور گولیاں کھانے لگے۶

ے گھر پہلے پہنچتا ہے اب دیکھیے کون اپنے
سورج کو بھی جلدی ہے گھر مجھ کو بھی جانا ہے۷

ے کل ہاتھ کٹ گیا تھا اب لات کٹ گئی ہے
باقی جو رہ گیا ہے لکڑی کا آدمی ہے۸

ے سانسیں محبوس ہوئی جاتی ہیں
لوگ جسموں کے حوالاتی ہیں۹

بیدلؔ کا چیزوں کو دیکھنے اور بیان کرنے کا انداز منفرد ہے۔ وہ شاعری میں تازگی کے قائل تھے۔ روایتی مضمون کو بھی اپنے اسلوب بیاں سے جدید بنا دیتے ہیں۔ ان کے ہاں بہت سے روایتی مضمون جدید طرز سے سامنے آتے ہیں۔ بیدلؔ اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں:

> ''میں بہت سوچ سمجھ کر اور ٹھوک بجا کر غزل کہنے کا عادی تھا۔ مطالعے کا شوق تھا، اکثر راتوں کو تنہائی میں غزل کہا کرتا تھا۔ میری سوچ سائنٹیفک تھی لہٰذا میں روایتی مضامین کو بھی نئے انداز سے دیکھنے اور بیان کرنے کا عادی رہا۔'' ۱۰

جدید معاشرے میں فرد نمود و نمائش کی اس دوڑ میں اپنے ارد گرد سے ہی نہیں اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو گیا ہے اور یہ رویہ اجتماعی لاشعور کا حصہ بن چکا ہے۔ اپنے حقوق کے تحفظ کی آڑ میں دوسروں کے حقوق کی پامالی عام معاشرتی چلن ہے۔ یہ اخلاقی پستی کا شکار معاشرے کی اجتماعی مردہ نفسیات کا نوحہ ہے جو بیدلؔ کے ان مضامین میں سنائی دیتا۔ بیدلؔ مجموعی معاشرتی چلن اور رجحانات کو بڑی دلفریب نزاکت اور سادگی سے نئے طرزِ احساس اور نئی و منفرد علامات کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

ے اب مرا مکاں اونچے مکانوں میں گھرا ہے
اب دھوپ کا بازار مرے گھر نہیں لگتا ۱۱

ے بیدلؔ لباسِ زیست بڑا دیدہ زیب تھا
اور ہم نے اس لباس کو الٹا پہن لیا ۱۲

ے تیری پختہ حویلی کو دعائیں
میرا کچا مکاں مسمار مت کر ۱۳

ے چار تنکے ہیں برق کے نزدیک
مرے نزدیک آشانہ ہے ۱۴

ندرتِ کلام بیدلؔ کی شاعری کا اہم وصف ہے۔ بیدلؔ کی ندرت، بیان اور خیال دونوں سطح پر مسلمہ ہے۔ بیدلؔ کا بیان کرنے کا انداز عامیانہ مضامین میں بھی تازگی اور انفرادیت پیدا کر دیتا ہے۔ گو ان کا بیانیہ سادہ ہوتا ہے مگر معنی کی تہہ داری کلام کے لطف کو دوبالا کر دیتی ہے۔ ان کی سادگی میں بھی ایسی پُرکاری ہے کہ قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لے۔

ے کبھی اے آئینے کچھ بول تو بھی
مرے منہ کی طرف کیا دیکھتا ہے ۱۵

ے لوگ بچوں کو یتیمی سے بچانا چاہیں
اور وہ شخص سمجھتا ہے رعایا خوش ہے ۱۶

ے جس طرف جاؤں جھکا لگتا ہے
آسماں پہنچا ہوا لگتا ہے

ے زخم لہرا رہے ہیں شاخوں پر
زحمت یک نظر کرے کوئی ۱۷

ندرتِ خیال کے حوالے سے بھی بیدلؔ کے ہاں عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ چونکہ ان کی شاعری کی جڑت اپنی زمین اور روایات سے ہے اس لیے ان کی علامتیں بھی تہذیبی اور معاشرتی روایات کے قریب تر ہوتی ہیں۔ آنگن میں پیڑ، تعویذ نظر، پردیس گئے کی راہ تکنا وغیرہ ہماری معاشرتی زندگی کا حصہ رہا ہے۔ بیدلؔ ان موضوعات کو اپنے حُسنِ تخیل سے ایک نئے ڈھنگ سے پیش کرتے ہیں۔ ان کا کمال فن ہے کہ ناقابل التفات چیزوں اور مناظر کو قابل توجہ بنا دیتے ہیں۔

ے بیدلؔ عجب سماں تھا اُس آنگن کے پیڑ کا
آنکھیں لگی ہوئی تھیں کہیں دل لگا ہوا ۱۸

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

ـ یہ جو لوگوں کو اب آواز سے پہچانتا ہے
اس کی ماں نے اسے تعویذِ نظر باندھا تھا۱۹

ـ شاہ بلوط ان کہساروں میں
کس کا رستہ دیکھ رہا ہے۲۰

دیگر ترقی پسندوں کی طرح بیدلؔ بھی معاشرتی زوال اور بدحالی کو موضوع بناتا ہے۔ ایک طرف تو وہ معاشرتی اخلاقی زوال کو بیان کرتا ہے تو دوسری طرف حکمرانوں کی بے حسی کو بھی موضوع بناتا ہے جن کی نااہلیوں کے باعث عام آدمی پر زندگی کا دائرہ روز بہ روز تنگ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ حکمرانوں نے ظلم کا وہ بازار گرم کر رکھا ہے کہ کسی کو دم مارنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ فراز صہبائی لکھتے ہیں:

"بیدلؔ کا کلام عصری تقاضوں کو پورا کرنے کے علاوہ معاشرتی برائیوں، افراتفری کے عالم، بے حسی، ظلم، انسانیت کی بے حرمتی، جبر مسلسل، لسانی فسادات، فرقہ واریت، انقلاب زمانہ، لہو کی ارزانی، امن، محبت، اخوت، بیگاری، اقدار کی پامالی، معاشی بدحالی، نشہ، رشوت، سفارش، بے روزگاری اور خانہ جنگی کی عکاسی کرتا ہے۔"۲۱

معاشرتی طبقوں کی کشمکش اور ادبی دھڑے بندیوں کی چشمک میں بیدلؔ حیدری جیسے جگت شاعر کا نظر انداز ہونا ایک المیہ ہے۔ بیدلؔ کے افلاس یا بہتر ذرائع ابلاغ دستیاب نہ ہونے کے سبب ان کی وہ پذیرائی نہ ہو سکی جو ہو سکتی تھی اور ہونی چاہیے تھی۔ زمانے کی بے قدری اور بے اعتنائی اپنی جگہ، ادبی سطح پر بھی بیدل کی ادبی خدمات کے اعتراف میں پس و پیش سے کام لیا گیا لیکن صاحب نظر لوگوں نے دیر ہی سے سہی پر بیدلؔ کے فن کا اعتراف ضرور کیا اور ان کی ادبی خدمات کو بھی سراہا۔ بقول احمد ندیم قاسمی:

"اس وقت حضرتِ بیدلؔ حیدری عمر کے لحاظ سے کہن سال ہیں مگر فن کے لحاظ سے ہمیشہ کی طرح جوان ہیں۔ یہ جوانی صرف جذبہ و خیال کی جوانی نہیں، محسوسات کے اظہار، ترسیل معنی اور جدید لفظیات کی بھی جوانی ہے۔ بیدلؔ حیدری کثیر الاستعمال الفاظ کو اپنی غزل میں ایسے تیوروں سے لائے ہیں کہ ان کے مفاہم جگمگا اٹھے ہیں۔ آج کے بیسویں صدی کے آخری برسوں میں غزل، لہجے اور موضوعات کے حوالے سے یکسر بدل چکی ہے اور تنقید کی دیانت کا تقاضا ہے کہ اس مثبت اور امکان بھری تبدیلی میں بیدلؔ حیدری کے کنڑی بیوشن کا علی الاعلان اعتراف کیا جائے۔ لاہور اور کراچی سے دور ایک قصبے میں انہوں نے حقیقت اور جدت کو آپس میں اس سلیقے سے آمیخت کیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ بیدلؔ حیدری کی انفرادیت سے انکار کفر کا درجہ رکھتا ہے۔"۲۲

انفرادیت کیا ہے؟ بیدلؔ کی شاعری میں کون سے ایسے عوامل کار فرما ہیں جو اسے انفرادیت اور امتیاز سے ہم کنار کرتے ہیں۔ بیدلؔ حیدری کے ہم عصروں میں جہاں مجید امجد، فیض احمد فیض، احمد فراز اور افتخار عارف جیسے بڑے نام ہیں وہیں شکیب جلالی، اقبال ساجد اور مظفر وارثی جیسے نام غزل کو جدت اور وسعت دینے میں کوشاں تھے۔ ان ادبی حالات میں بیدلؔ نے اردو غزل کے نئے فکری اور فنی امکانات کو روشن کیا۔

ـ برگد پہ محوِ خواب ہیں سو رنگ کے طیور
آہستہ بول پنکھ نہ لگ جائیں رات کو۲۳

ندرت ایک ایسا وصف ہے جو شاعر کو منفرد کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ ندرتِ خیال ہو یا ندرتِ بیاں، بیدل کو قدرت نے بلاشبہ دونوں ودیعت کیے تھے۔ بے شمار مروجہ خیالات کو اس نئے طور سے باندھا ہے کہ نشاط آمیز حیرت ہوتی ہے۔ نئی نئی علامات اور جدید تر مضامین ان کی شاعری کا خاصہ ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

ے
چاند کا حال برا لگتا ہے
جیسے کشکول پڑا لگتا ہے
بس یونہی گھاٹ پہ جا بیٹھتا ہوں
ورنہ دریا مرا کیا لگتا ہے۲۴

ے
اتنا مایوس ہے یہ زمانہَ حال
جیسے یہ آخری زمانہ ہے
ہم بھی تصویر آپ بھی تصویر
سارا عالم نگار خانہ ہے۲۵

فنِ شعر گوئی قدرت کی طرف سے ودیعت سہی مگر بیدل نے اس خداداد صلاحیت کو ذوقِ علم اور شوقِ مطالعہ سے صیقل کیا اور خوب سے خوب تر ہو گئے۔ ان کا اپنا رنگ تغزل ہے۔ اس طرح کے اشعار اساتذہ نے ہی کہے ہیں اور احمد ندیم قاسمی، بیدل کو "استادِ سخن" کہنے پر حق بجانب ہیں۔

ے
شیشے کی طرح کٹتے چلے جاتے ہیں اوقات
ہیرے کی کنی خامہَ دوراں میں جڑی ہے۲۶

بیدل کی شعری ریاضت نے انہیں سہل بیانی میں بھی وہ مقام عطا کیا ہے جس کی تمنا ہر شاعر رکھتا ہے۔ بیدل لفظ و معانی سے کھیلنا جانتے ہیں۔ فن شعر گوئی پہ فنکارانہ دسترس رکھتے ہیں۔ پیچیدہ فلسفیانہ مضامین، انسانی نفسیات کے گنجلک مسائل سمیت کائنات کی بیکراں وسعت میں پھیلے موضوعات کو نہایت سہل انداز میں پیش کرتے ہیں۔ قاری پر شعر جس قدر منکشف ہوتا چلا جاتا ہے وہ اسی قدر حیرت آمیز مسرت سے سرشار ہوتا چلا جاتا ہے۔ سہل بیانی کا اعجاز ناصر کاظمی کے ہاں اوج پہ نظر آتا ہے لیکن بیدل کی انفرادیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔

ے
میں تو بے نام و نشاں تھا پہلے
تو خدا ہے تو کہاں تھا پہلے
آج تقدیر سے ہوں مشتِ غبار
ورنہ میں کوہِ گراں تھا پہلے۲۷

ے
یہ ترے ہاتھ میں لرزہ کیا ہے
اے بھکاری ترا قصہ کیا ہے
ڈال جاتا ہے کوئی خاک میں جان
ورنہ یہ خاک کا پُتلا کیا ہے
دفن ہے قبر میں بندہ کوئی اور
اور تعویذ پہ لکھا کیا ہے۲۸

بیدل اہلِ زبان ہے اور لسانی قواعد کی مکمل پاسداری کرتا ہے۔ وہ زبان میں لایعنی تجربات کا قائل ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے تجربات برائے بحث کا باعث تو ہو سکتے ہیں لیکن نئے رجحانات کو جنم نہیں دے سکتے۔ بیدل زبان، ثقافت اور تہذیب کا زیرک مشاہدہ رکھتا ہے۔ وہ معاشرے میں رواج پانے والی لفظیات اور تراکیب سے پوری طرح واقف ہے۔ اسے معلوم ہے کہ انگریزی کی اردو میں آمیزش قبولیت پا رہی ہے بلکہ عوامی زبان کا لازمی حصہ بنتی چلی جا رہی ہے۔ کلیاتِ بیدل میں جا بجا ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں انگریزی لفظیات کو اس طرح استعمال کیا گیا ہے کہ عام بول چال اور روزمرہ کا گمان ہوتا ہے۔ پارسل، ٹافی، پی۔ آر شپ، فٹ پاتھ، اسٹیج،

نوٹ بک وغیرہ۔ آج کے نوجوان شاعروں میں یہ رواج قبولیت پاچکا ہے جو بیدلؔ کے دعوؤں کو سچ ثابت کرتا ہے کہ وہ آنے والے دور کا شاعر ہے۔ ان کا شعری سسٹم سائنسی اور منطقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیانتدارانہ نقد و نظر میں مجید امجد کے علاوہ کوئی دوسرا شاعر قد کاٹھ میں بیدلؔ سے بڑا نظر نہیں آتا۔ بقول اقبال ساجد:

ے ٹوٹیں گی جب طنابیں رہ جائیں گے سکڑ کے
کھنچ کر بڑے ہوئے ہیں یہ آدمی ربڑ کے

بیدلؔ حیدری نے اردو شاعری میں جدید انگریزی لفظیات کو بھی جگہ دی ہے۔ ایسے انگریزی الفاظ جو روز مرہ اردو کا حصہ بن چکے ہیں۔ انہیں شعری لفظیات میں جگہ دینے میں مضائقہ نہیں۔ بیدلؔ کا کمال یہ ہے کہ ایسا کرتے ہوئے اپنے اسلوب کی خوبصورتی برقرار رکھتے ہیں۔ انگریزی ڈکشن اس غیر محسوس انداز میں لاتے ہیں کہ اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیتے۔

ے اس آئے روز کی یوگا کا فائدہ بیدلؔ
یہ عمر جتنی بڑھے گی عذاب ٹھہرے گی ۲۹

ایسے اشعار کہیں کہیں ضرور مل جاتے ہیں جو اس کامیاب تجربے کی خبر دیتے ہیں۔ ان الفاظ کا استعمال بڑی ہنر مندی سے کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ استعمال نیا یا غیر فطری نہیں بلکہ عام بول چال کا حصہ لگتا ہے۔

ے دھوکہ دہی سے اب کے برس بھی خرید اسے
جعلی کرنسی اب کے برس بھی چلائی جائے ۳۰

انگریزی لفظ پارسل کا لفظ اتنا عام ہے کہ خوانچہ فروش سے لے کر ریڑھی بان تک نہ صرف سمجھتے بلکہ بولتے بھی ہیں۔ یہ لفظ اردو میں اس کے متبادلات سے زیادہ آسان فہم ہے اور آج کے کثیر الثقافتی معاشری میں مستعمل بھی۔ بیدلؔ کے ہاں یہ لفظیات محض لفظ ٹانکنے کے لیے استعمال نہیں ہوتیں بلکہ وہ ان سے بھرپور تاثر بھی چھوڑتے ہیں۔ ان کی دیگر انگریزی لفظیات میں یوکلپٹس، شل ہونا، ٹیلنٹ، سمر کا سوٹ، نوٹ بک، گلوب، سٹول، اسٹیج اور البم شامل ہیں۔ البم کا لفظ روز مرہ میں کثیر الاستعمال ہے۔ شاعری کے عشقیہ مضامین سے بڑا منسلک ہے۔ تصویر جو ایک یاد کا کام دیتی ہے یہی بہت ساری تصویری یادیں جب مل جائیں تو البم کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

ے اداس ہو بھی تو البم نکال رکھتا ہے
کوئی بھی رُت ہو وہ خود کو بحال رکھتا ہے ۳۱

بیدلؔ حیدری ایک قادر الکلام شاعر ہے جسے مافی الضمیر بیان کرتے ہوئے کبھی دشواری کا سامنا نہیں ہوتا۔ وہ جس بات کو جس انداز میں بیان کرنا چاہتا ہے، کرتا ہے۔ اسے فطرت کی طرف سے ودیعت کردہ سہی مگر اس کے عصری شعور، عمیق مشاہدے اور دقیق تجربے نے اس وصف کو اور بھی جلا بخشی۔ ڈاکٹر توصیف تبسم رقمطراز ہیں:

> ”بیدل حیدری اپنی پیرانہ سالی کے باوجود آج کے جوان شعراء کے شانہ سے شانہ ملا کر چل رہے ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان میں گرد و پیش کے اثرات کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور ان کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔“ ۳۲

دیگر ترقی پسندوں کی طرح بیدلؔ بھی معاشرتی زوال اور بدحالی کو موضوع بناتا ہے۔ ایک طرف تو وہ معاشرتی اخلاقی زوال کو بیان کرتا ہے تو دوسری طرف حکمرانوں کی بے حسی کو بھی موضوع بناتا ہے جن کی نااہلیوں کے باعث عام آدمی پر زندگی کا دائرہ روز بہ روز تنگ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ حکمرانوں نے ظلم کا وہ بازار گرم کر رکھا ہے کہ کسی کو دم مارنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ فراز صہبائی لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4, 2023

"بیدل ؔکا کلام عصری تقاضوں کو پورا کرنے کے علاوہ معاشرتی برائیوں، افراتفری کے عالم، بے حسی، ظلم، انسانیت کی بے حرمتی، جبر مسلسل، لسانی فسادات، فرقہ واریت، انقلاب زمانہ، لہو کی ارزانی، امن، محبت، اخوت، بیگاری، اقدار کی پامالی، معاشی بدحالی، نشہ، رشوت، سفارش، بے روزگاری اور خانہ جنگی کی عکاسی کرتا ہے۔"۳۳

بیدل ؔمعاشرتی استحصال اور سماجی کجیوں جیسے روایتی موضوعات کو بھی اس انفرادیت سے پیش کرتا ہے کہ ان میں تازگی پیدا کر دیتا ہے۔ تجربے کی کٹھنائی نے بیدل ؔکے مشاہدے کو بڑا غائر کیا ہے تو اس کی شعری ریاضت نے اسے وہ خوش بیان سلیقہ دیا ہے جو عالمگیر سچائی کو نصیب ہو جائے تو زبانِ زدِ عام ہو جائے۔

ے لوگ بچوں کو یتیمی سے بچانا چاہیں
حاکم وقت سمجھتا ہے رعایا خوش ہے۳۴

ے بیدل ؔلباسِ زیست بڑا دیدہ زیب تھا
اور ہم نے اس لباس کو الٹا پہن لیا۳۵

بیدل ؔنے جس غریبی اور کسمپرسی کو جھیلا اس نے زندگی کی حقیقتوں سے اس قدر آشنا کیا کہ ایسا شاذ و نادر ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ بیدل ؔحیدری غریب کی بے گھری اور مفلس کی بے سروسامانی سے پوری طرح واقف ہیں۔ برہنگی موسموں کے سرد گرم کا کتنا احساس دلاتی ہے ان کی شاعری سے عیاں ہے اور یہی وصف بیدل ؔکو یگانہ روزگار بناتا ہے۔ زندگی کو اتنا قریب سے شاید بہت سوں نے دیکھا ہو لیکن اس کا اظہار خال خال ملتا ہے جبکہ بیدل کی شاعری کا بڑا موضوع نچلے طبقوں کا دکھ ہے۔

ے تم نہ اجڑے نہ گھروں سے نکلے
تمہیں کیا علم کہ غربت کیا ہے۳۶

ے اُس نے کل گاؤں سے جب رختِ سفر باندھا تھا
بچہ آغوش میں تھا پشت پہ گھر باندھا تھا۳۷

ے ہم تو بھوکے بھی گزر کر لیں گے
بھوک کا کیسے گزارہ ہو گا۳۸

آگ میں جلنے اور دور سے تپش محسوس کرنے میں بڑا فرق ہے۔ یہی فرق فیض و فراز اور بیدل حیدری کی شاعری میں ہے۔ فیض ؔاور فراز ؔکی شاعری ترقی پسند ہونے کے باوجود اس کسک سے محروم ہے جو محروم طبقہ واقعتاً محسوس کرتا ہے۔ بیدل کی ترقی پسندی اس کی ہڈبیتی ہے۔ اس نے بھوک کا ذائقہ چکھا ہے، بارش میں ٹپکتی چھتوں تلے کتنی راتیں جاگ کے گزاری ہیں، کام سے آئے باپ کے خالی ہاتھوں کو دیکھ کر بچوں کے ٹوٹتے دلوں کی دھڑکنیں سنی ہیں۔ اس نے وہ سارا کرب اپنی ذات پہ جھیلا ہے جس کا محروم طبقے سے سابقہ رہتا ہے۔ اس نے اس سارے کرب کو غموں سے صیقل کر کے آفاقی انداز میں پیش کیا ہے چونکہ مشاہدہ تجربے کے بغیر ناقص ہو سکتا ہے اس لیے بیدل نے اپنے مشاہدے اور تجربے کی آمیزش سے غم کو تصویر کیا اور گریہ کو تنویر کیا۔

ے میری غربت نے تنگ دستی میں
بیچ ڈالا مجھے بھی ردی میں۳۹

ے فرض ہونے نہ دی زکوٰۃ کبھی
مفلسی تجھ پہ ناز کرتا ہوں۴۰

اردو ادب میں بیدل ؔجس پسے ہوئے طبقے کی آواز بنا ہے بلاشبہ اسے منفرد مقام دلا گیا ہے۔ اردو زبان میں بیدل ؔشاید وہ یگانہ روزگار شاعر ہیں جن کے ہاں بے در و دیوار گھروں، بارش میں گرتی ہوئی چھتوں اور دق زدہ فاقہ کشوں کا ذکر اتنی کثرت اور احساس کی شدت کے ساتھ ملتا ہے جس کا عشر عشیر بھی کسی ترقی پسند کے ہاں نہیں۔

بھوک اور غربت کی کوکھ میں پلنے والے بچوں کی نفسیات کیسی ہوتی ہے وہ بیدل ؔکی شاعری میں نظر آتا ہے۔ اردو غزل میں بیدل ؔغالباً وہ واحد شاعر ہے جس نے تواتر سے اپنی غزل میں بچوں کو موضوع بنایا۔

بیدل کی غزل کا ایک اہم اور بڑا موضوع ''بچے'' ہیں۔ یہ موضوع عام طور پر اردو نظم میں تو نظر آتا ہے پر اردو غزل میں اس کی نظیر خال خال ہی ملتی ہے مگر بیدل ؔکی غزل میں یہ موضوع بہت تواتر کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ بیدل بچوں کے معاملے میں نہایت حساس واقع ہوا ہے۔ وہ غریب لوگوں کے بچوں کے جذبات و احساسات کا بھی پوری طرح خیال رکھتا ہے ان کی چھوٹی چھوٹی خواہشات اور ان کے نہ پورا ہونے کی کسک کو بھی محسوس کرتا ہے۔ غریب آدمی تو بڑی مشکل سے پیٹ کا دوزخ بھرنے میں بھی ناکام رہتا ہے تو ایسے میں وہ بچوں کی چھوٹی اور معصوم خواہشات کو کیسے پورا کرے۔ بیدل ؔچونکہ خود اس کرب سے گزرا ہے اس لیے اسے بچوں کی خواہشات نہ پورا ہونے پر بھی دکھ ہوتا ہے۔ بلاشبہ اردو غزل کے اندر یہ جدید تر موضوعات ہیں۔

ے بیدل نہ ٹافیاں نہ کھلونے تھے ہاتھ میں
بچے سے شام کرنی پڑی معذرت مجھے ۴۱

ے یتیم بچوں کو جلدی جوان کر مولا
ہے ان کو ورنہ کھلونے دلانے والا کون ۴۲

طبعاً یا فطرتاً شاعر ہونا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ چمن میں دیدہ ور پیدا ہونے کے مترادف ہے جبکہ شاعر بننا نہایت آسان ہے۔ کسی بھی کلاسیک کا یا کوئی بھی معروف و غیر معروف کلام اٹھایئے، پیروڈی کیجئے اور راتوں رات شاعر بن جایئے۔ ٹھگی کا کلاسیک اصول یہ ہے کہ نقل کو اصل سے زیادہ چمکدار ہونا چاہیے، لہٰذا ہوتی ہے۔ اکثر نامور شعراء بھی اساتذہ کا کلام اٹھا کے ان کے موضوعات اور خیال کو ذرا جدت سے پیش کر کے شاعر ہونے کا تمغہ سینے پہ سجائے پھرتے ہیں۔ بیدل ؔفطرتاً شاعر ہیں۔ زمانے کی تمام ستم ظریفیوں کے باوجود بیدل ؔاپنے فن پر یقین کامل رکھتے ہوئے کم و بیش چھ دہائیوں تک کشتِ شعر کی آبیاری خونِ جگر سے کرتا رہا ہے۔

ے اپنی تخلیق سے مایوس نہیں ہوں بیدل ؔ
میں نے اربابِ نظر کے لیے چھوڑا ہے بہت ۴۳

سوقیانہ پن، الحاد، اشتباہ جیسے امراض اکیسویں صدی میں عام ہیں اور بڑے بڑے نام ان سے نہیں بچ پائے۔ مزاحمتی شاعری کرنے کے باوجود بیدل ؔکبھی سنجیدگی کے معیار سے نہیں گرا۔ وہ گلیشیئر پہ بیٹھ کے آگ کی چنگاریاں بنانے کی نامراد کوشش نہیں کرتا جس کی بدولت یہ صاف ستھرا شاعر قارئین سلیم الفطرت کے لیے غنیمت سے کم نہیں۔ وہ مارکسی ہونے کے باوجود یہ خام خیالی نہیں رکھتا کہ اگر خود کو جلاوطن کر دیا جائے تو تمام انسانیت سے فروعی اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ وہ غیر مساویانہ معاشرتی تقسیم کا الزام خدا پہ دھرنے کی بجائے یا مذہب کو موردالزام ٹھہرانے کی بجائے اس استحصالی معاشرے کے ان عوامل کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرتا ہے جو دہقاں کا رزق چھین لے جاتے ہیں۔ بیدل ؔکے جھگڑے خدا سے نہیں ناخدا سے ہیں۔ وہ خدا کی نعمتوں کا انکاری کبھی نہیں رہا۔

ے اگرچہ کانٹے ہیں مری زبان پر بیدل ؔ
میں اس کے ابر سے انکار کرنے والا کون ۴۴

ے ہم خدا سے کبھی نہیں الجھے
اپنے جھگڑے تو ناخدا سے ہیں ۴۵

ے آؤ قبضہ کریں سمندر پر
تم بھی پیاسے ہو ہم بھی پیاسے ہیں ۴۶

اکیسویں صدی شاید خالی خولی بیانیے بنانے کا نام ہے۔ جس گروہ، دھڑے یا فرد کا بیانیہ مضبوط ہے وہی بڑا گردانا جاتا ہے۔ اس ضمن میں بہت سارے دائیں اور بائیں بازو کے لکھاری فن شعر گوئی کو فنِ بیانیہ بازی بنا گئے ہیں۔ وہ بھی فٹ پاتھ کی شاعری ایسے ہی کرتے ہیں جیسے اشرافیہ کی خواتین پرولتاری طبقے میں حقوق نسواں کی

بات کرتی ہیں یا سرمایہ دار سیاست دان غریب مزدور کے نام پر سیاست چمکاتے ہیں۔ بیدلؔ خالی بیانیے کا شاعر نہیں ہے بلکہ عزم و استقلال اور جذبہ و محنت سے کایا پلٹ دینے پر مہمیز دیتا ہے۔ وہ خود آگے بڑھ کر عمل پر اکساتا ہے اور تبدیلیٔ حالات کی بنیاد اپنے عمل پر رکھتا ہے۔

ے میں نے توڑا ہے تیرگی کا فسوں
روشنی میری ممتنانہ ہے
پانچواں قصہ خوانِ شب میں ہوں
دن کا مژدہ مجھے سنانا ہے۴۷

بیدلؔ حیدری سراپا شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کی جدوجہد بھی شاعری کو بنایا اور ان کی زندگی کا مقصد بھی شاعری رہی۔ معیشت جو زندہ انسان کی سب سے بڑی حقیقت ہے بیدلؔ کے ہاں یکسر نظرانداز رہی۔ جس کے نتیجے میں کسمپرسی ان کے خدوخال سے لے کر ان کے شعری جذبات تک تا عمر منہ چڑاتی رہی۔ وہ اس المیے کا ادراک رکھتے ہوئے بھی مکمل بے نیاز رہے۔

ے نسلِ نو اور فاقہ و فن کے سوا
اب کسی سے بھی مری یاری نہیں۴۸

معاش سے بے نیازی نے بیدلؔ حیدری جیسے پہلے درجے کے شاعر کو تیسرے طبقے کا فرد بنا دیا جو بے اعتنائی اور بے حسی نچلے طبقے کے حصے میں آتی ہے سو وہی بے وقعتی بیدلؔ کے حصے میں آئی۔ اوپر طبقے کے خود ساختہ شعراء ''من ترا ملا بگویم، تو مرا حاجی بگو'' کے مصداق آپس میں بڑے بڑے ادبی عہدوں اور ایوارڈوں کی بندر بانٹ کرتے رہے اور بڑے بڑے ادبی مراکز سے دور کبیر والا کے مضافاتی قصبے میں خالص شاعری کی دھونی رمائے بیدلؔ حیدری اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کو حسرت کی آگ میں جھونکتا رہا۔ اگر یہ قبل مسیح کے یونان کا قدیم زمانہ ہوتا تو لوگ اسے شاعری کا دیوتا کہتے اور اس کا معبد بناتے۔ مگر افسوس یہ زمانہ بعد از جدیدیت کا بے حس دور تھا۔ جہاں بڑے عسکری مراتب پر براجمان اور نوکری شاہی کے وابستگان ہی شاعر اور ادیب کہلائے اور مانے جاتے ہیں۔ تدریسی نصاب ان کی عظمت کا اشتہار بنتے ہیں اور وہ اقتدار کے ایوانوں کی تزئین کے ساتھ ادب کے تخت پر بھی با تمکین اور لائق تحسین ٹھہرتے ہیں۔ وہ زندگی میں بھی آں جناب ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی صاحب ہی کہلائے جاتے ہیں۔ جبکہ بیدلؔ حیدری جیسے شاعر جو شاعری کے لیے زندہ رہے اور شاعری کرتے مر گئے نہ ان کا زندگی میں کوئی پرسان حال تھا اور نہ موت کے بعد ان کی قبر پر فاتحہ کے لیے کوئی آتا ہے۔ یہ ادب کے وہ مجاور ہیں جن کی شکستہ قبریں آج بھی ادب کا نوحہ پڑھ رہی ہیں۔

ے چھوڑ دے بیدلؔ کفِ افسوس ملنا چھوڑ دے
کون مانے گا کہ کل سورج تِری مٹھی میں تھا۴۹

یہ مضمون اس یگانہ روزگار شاعر کے فن کو اجاگر کرنے کی ایک کاوش ہے کہ شاید بیدلؔ کے گزرنے کے بعد ہی سہی اس کے فن کی عظمت کا اعتراف کیا جائے اور بیدلؔ حیدری کا تذکرہ محض درسی تنقید سے نکل کر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اردو شاعری میں اس طرح ہوا کرے جیسا کہ وہ اس کا حق دار ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ نوید کیانی، بیدلؔ کی غزل، مشمولہ: روزنامہ '' حریت ''کراچی، ۱۹-فروری ۱۹۸۸ء

۲۔ بیدلؔ حیدری کی ادبی یادداشتیں، (قسط تین)، مشمولہ: روزنامہ ''سنگِ میل ''ملتان، ادبی ایڈیشن، ۱۵۔ جون ۱۹۹۳ء

۳۔ مقصود حسینی، بیدل حیدری کی غزلیں، مشمولہ: ہفت روزہ ''شب و روز'' خانیوال، ۱۹۹۵ء

۴۔ قمر رضا شہزاد، ''بیدل حیدری، جدائی کو ایک سال بیت گیا''، روزنامہ نوائے وقت، ملتان، ۷ مارچ ۲۰۰۶ء

۵۔ بیدلؔ حیدری، پشت پہ گھر، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۱۰

۶۔ ایضاً، ص ۲۶

۷۔ ایضاً،ص:۱۲۶

۸۔ ایضاً،ص:۱۱۷

۹۔ ایضاً،ص:۱۰۵

۱۰۔ بیدل حیدری کی ادبی یادداشتیں،(قسط تین)،مشمولہ:روزنامہ ''سنگِ میل ''ملتان،ادبی ایڈیشن، ۱۵جون ۱۹۹۳ء

۱۱۔ بیدل حیدری،پشت پہ گھر،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۱۳۹

۱۲۔ ایضاً،ص: ۵۱

۱۳۔ ایضاً،ص ۱۱۲

۱۴۔ بیدل حیدری، ان کہی،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۹

۱۵۔ بیدل حیدری،ان کہی،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۲۲

۱۶۔ بیدل حیدری،پشت پہ گھر،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۹۸

۱۷۔ بیدل حیدری،کتبے ٹھہر گئے،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۲۰۳

۱۸۔ بیدل حیدری،پشت پہ گھر،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۲۵

۱۹۔ ایضاً،ص:۸۵

۲۰۔ بیدل حیدری،پشت پہ گھر،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۱۱

۲۱۔ فراز صہبائی، ''میری نظمیں اور بیدل حیدری''،سنگِ میل،ادبی دنیا ملتان،یکم دسمبر ۱۹۹۴ء

۲۲۔ احمد ندیم قاسمی،فلیپ،کلیاتِ بیدل حیدری،کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء

۲۳۔ بیدل حیدری،پشت پہ گھر،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۱۴۱

۲۴۔ بیدل حیدری،ان کہی،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۵۰

۲۵۔ بیدل حیدری، ان کہی،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۱۴

۲۶۔ بیدل حیدری،کتبے ٹھہر گئے،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۲۹۹

۲۷۔ بیدل حیدری،کتبے ٹھہر گئے،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۱۳۴

۲۸۔ بیدل حیدری،ان کہی،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۱

۲۹۔ بیدل حیدری،پشت پہ گھر،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۱۱۶

۳۰۔ ایضاً،ص:۱۳

۳۱۔ ایضاً،ص:۱۲۳

۳۲۔ توصیف تبسم،ڈاکٹر،فلیپ،کلیاتِ بیدل حیدری،کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء

۳۳۔ فراز صہبائی، ''میری نظمیں اور بیدل حیدری''،سنگِ میل،ادبی دنیا ملتان،یکم دسمبر ۱۹۹۴ء

۳۴۔ بیدل حیدری،پشت پہ گھر،مشمولہ:کلیاتِ بیدل حیدری،مرتب:شکیل سروش،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۵ء،ص:۹۸

۳۵۔ ایضاً،ص ۱

۳۶۔ بیدلؔ حیدری، ان کہی، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۷۳

۳۷۔ بیدلؔ حیدری، پشت پہ گھر، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۸۵

۳۸۔ بیدلؔ حیدری، ان کہی، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۴

۳۹۔ بیدلؔ حیدری، پشت پہ گھر، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۱۰۴

۴۰۔ ایضاً، ص: ۱۲۵

۴۱۔ بیدلؔ حیدری، پشت پہ گھر، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۱۰

۴۲۔ ایضاً، ص:۸۱

۴۳۔ بیدلؔ حیدری، پشت پہ گھر، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۱۴۵

۴۴۔ بیدلؔ حیدری، پشت پہ گھر، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۸۱

۴۵۔ ایضاً، ص:۳۸

۴۶۔ ایضاً، ص:۳۸

۴۷۔ بیدلؔ حیدری، ان کہی، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۹

۴۸۔ بیدلؔ حیدری، پشت پہ گھر، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۱۶

۴۹۔ بیدلؔ حیدری، کتنے ٹھہر گئے، مشمولہ: کلیاتِ بیدلؔ حیدری، مرتب: شکیل سروش، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۸۹